رجسٹرڈ انگلینڈ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۵ | ۲۶ مہر ۱۳۵۴ ف | ۲۳ رمضان ۱۳۶۴ھ | یکم ستمبر ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۳۰

ترکی کا مستقبل

سوویٹ روس کا ناجائز مطالبہ

از

عبدالرحمٰن صدیقی ایڈیٹر "مارننگ نیوز"

موجودہ ترکی کی بعض خصوصیات بہت دلچسپ ہیں۔ جو لوگ اس وقت برسر اقتدار ہیں انھوں نے اپنے پیشروؤں کی پالیسی پر کاربند رہتے ہوئے قوم کو جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا۔ ترکی ایسی جنگجو اقوام سے گھرا ہوا تھا جو طاقت میں اس سے زیادہ تھیں مگر اس کے مدبرین کے تدبر کی داد دینی چاہئے کہ انھوں نے اپنی غیر جانبداری کو بڑی ہوشیاری سے قائم رکھا اور جنگ کی ان ساری ہولناکیوں میں ترکی غیر جانبدار رہا۔ ترکوں کی یہ توقع بیجا نہیں کہ ابھی جنگ دور تک بھی جبکہ فاتح اقوام میں اقتدار کے لئے کشاکش ہوگی وہ ترکی کو بچا سکیں گے بشرطیکہ بین الاقوامی قانون کی جگہ قومی خود غرضیوں کو نہ مل جائے۔

اس وقت ترکی جو دو اہم مسائل سے دوچار ہے ان میں سے ایک میثاق مانٹریو کی نظرثانی ہے اور اس کی مشرقی سرحد کا مسئلہ ہے جو روس سے ملی ہوئی ہے۔ اور دوسرا مسئلہ باسفورس اور دردانیال سے متعلق ہے۔ یہ دونوں آبنائے ترکی کی قومی ملک ہیں جو یورپی ترکی اور ایشیائی ترکی کو علحدہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں آبنائے ترکی کی سرزمین سے گھرے ہوئے ہیں۔ مانٹریو میں ترکی نے بین الاقوامی امن اور دوستی کو برقرار رکھنے کے لئے انتہائی مراعات دئے۔ روس کو خوش کرنے کے لئے ترکی کو اپنے دفاعی مورچہ کو کمزور کرنا چاہئے۔ ان دونوں آبناؤں سے کسی قوم کے تجارتی جہازوں کے گزرنے میں ترکی نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ روس، رومانیہ اور بلغاریہ کو کبھی اس امر کی شکایت نہیں ہو سکتی کہ ترکی نے کوئی امتیازی برتاؤ کیا۔ یہ مطالبہ کہ دردانیال پر ترکی اور روس کا مشترکہ قبضہ ہے ناقابل تسلیم ہے کیونکہ کوئی ایک ملک کسی دوسرے ملک کے اندرونی نظم و نسق میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان دو آبناؤں کو بین الاقوامی بنایا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نہر سویز اور پناما کو بھی بین الاقوامی کیوں نہ بنایا جائے۔ ظاہر ہے کہ سویز اور پناما کو بین الاقوامی نہیں بنایا جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ سوویٹ روس بھی پیٹر اعظم کا یہ خواب دیکھ رہا ہے کہ استنبول پر تسلط حاصل کیا جائے اور بحر اسود سے بحر روم میں پہنچنے کا راستہ حاصل کیا جائے۔

مشرقی سرحد کے مسئلہ کے پیچھے ایک بڑا قصہ ہے۔ ۱۸۷۸ء میں روس اور ترکی کی جنگ کے بعد ترکی کو کارس اور اردہان کے اضلاع روس کے حوالے کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ گزشتہ جنگ عظیم میں ڈیوک نکولائی نے ارض روم کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ قومی جنگ کے دوران میں مصطفےٰ کمال پاشاہ نے یونانیوں کو جن کی حمایت میں برطانیہ اور فرانس تھے بحر روم کے ساحل تک ڈھکیل دیا۔ اور جنرل کاظم قرہ بکر پاشاہ نے مشرقی ولایت کو تمام غیر ملکی عناصر سے صاف کر دیا۔ ماسکو اور انقرہ کی حکومتوں کے مابین جو دوستانہ معاہدہ ہوا اس میں سرحدوں کا تعین کیا گیا جس کو فریقین معاہدہ نے قبول کر لیا۔ کارس اور اردہان کے اضلاع جغرافی اور عمرانی حیثیت سے بالکل ترکی علاقے ہیں۔ روس نے ان کے استرداد کے متعلق کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی۔ اب چونکہ روس موجودہ جنگ میں فتح مندوں کے ساتھ ہے اور برطانیہ و امریکہ اس کی تائید میں ہیں اس لئے چھوٹی اور کمزور اقوام کو اس کی بات ماننے پر مجبور کرنا تجاویز امن کے منافی ہے۔ اگر ترکی کو مجبور کیا گیا تو وہ اپنے وطن کی آزادی کے لئے لڑے گا۔

مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ترکی کی معاشی حالت ان ممالک سے بھی بدتر ہے جو جنگ میں شریک نہیں۔ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ترکی نے برطانیہ اور جرمنی دونوں سے فائدہ اٹھایا۔ اجناس اور کپڑے کی قیمتیں بہت تعجب ہے کہ بے انتہا بڑھ گئیں اور عوام کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کسی ناگہانی صورت حال کے مقابلہ کے لئے فوج کی ایک بڑی تعداد رکھنی پڑی اور اس کے مصارف برداشت کرنے پڑے۔ تفصیلات کی سلسلہ ...

بقیہ صفحہ نمبر ۱۲

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۲۶ مہر ۱۳۵۴ف	نمبر ۲۰

نواب علی یاور جنگ بہادر سے ہماری توقعات

اگر کسی جامعہ میں تحقیقات اور ریسرچ کا معقول انتظام نہ ہو تو ایسی جامعہ ایک بڑے مدرسے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یورپ کے ایک بڑے مفکر کا قول ہے کہ اگر تم کسی ملک کی تہذیب و تمدن کا صحیح اندازہ لگانا چاہتے ہو تو تم اس ملک کی جامعات کا مطالعہ کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ جامعات ہی اپنی علمی سرگرمیوں سے ملک کی ذہنی سطح کو بلند کرتی ہیں اور تہذیب کے تمدن میں غیر محسوس طور پر ایک انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ یورپ کی صنعتی و تمدنی انقلاب میں جامعات کا جو حصہ رہا ہے اس سے ہر تعلیم یافتہ شخص واقف ہے۔ اور یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جبکہ جامعات درس و تدریس کی منزل سے آگے بڑھ کر تحقیقات اور ریسرچ پر توجہ کریں۔

جامعہ عثمانیہ میں اب تک درس و تدریس پر توجہ مرکوز تھی۔ تحقیقات اور ریسرچ پر وہ توجہ نہیں کی گئی جو جامعہ کے مرتبے کی خواہ کی تقاضا تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ نواب علی یاور جنگ بہادر صدر الحسین امیر جامعہ کے دور میں اس اہم مسئلہ کی جانب توجہ مبذول کی گئی اور حکومت سرکار عالی نے جامعہ عثمانیہ میں ایک تحقیقاتی ادارہ کے قیام سے متعلق ایک اسکیم منظور کی۔ اخبارات میں اس اسکیم کی جو تفصیلات شائع ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ادارہ پر سالانہ تین لاکھ کے متوالی اخراجات عائد ہوں گے۔ اور تین سال کے لئے دس لاکھ کی غیر متوالی امداد بھی دی جائے گی۔ اس ادارہ میں ریاضیات، فلکیات، طبعیات، حیاتیات، کیمیا، ارضیات اور انجینئرنگ میں تحقیقاتی کام انجام دیا جائے گا۔ اس تحقیقاتی ادارہ کے پروگرام میں طبی تحقیقات بھی شامل ہے۔ ایک مستقل تحقیقاتی عملہ کے ساتھ ساتھ ممتاز ماہرین تحقیقات کو بھی ایک یا دو میعادوں کے لئے تحقیقاتی کام انجام دینے مدعو کیا جائے گا۔ ریسرچ کے عملہ پر درس و تدریس کی ذمہ داریاں عائد نہ ہوں گی۔ تحقیقاتی مقالوں اور کتابوں کی اشاعت اور تقاریر کا انتظام کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ممتاز طلبہ کو بیرونی جامعات میں اعلیٰ تحقیقاتی کام کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے وظائف دئے جائیں گے تاکہ خود ملکی امیدوار اس ادارہ کا کام سنبھال سکیں اور اس اثنا میں ممتاز ماہرین تحقیقات کو مدعو کیا جائے گا تاکہ وہ جامعہ ہی میں اقامت گزیں ہو کر مختلف شعبہ جات میں تحقیقاتی کام جاری رکھیں۔ بتدریج اس ادارہ کے دائرہ عمل کو وسعت دے کر قانون، دینیات، تاریخ، معاشیات، فلسفہ اور ادبیات وغیرہ کے متعلق بھی تحقیقاتی کام شروع کیا جائے گا۔

یہ اسکیم جن دور رس نتائج کی حامل ہے محتاج بیان نہیں۔ جب یہ اسکیم کامیابی کے ساتھ روبہ عمل آ جائے گی تو اس سے نہ صرف جامعہ عثمانیہ کو علمی دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل ہوگا بلکہ ملک کی ذہنی سطح اس قدر بلند ہو جائے گی کہ اس میں وہ احساس کمتری باقی نہ رہے گا جو اس وقت پایا جاتا ہے۔ اس مستحسن اقدام پر ہم نواب علی یاور جنگ بہادر کو مبارکباد دیتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جامعہ کے نظم و نسق کی اصلاح اور اس کے علمی معیار کو بلند کرنے سے متعلق نواب صدر الحسین امیر جامعہ کے پیش نظر مختلف تجاویز ہیں۔ بے محل نہ ہوگا اگر ہم نواب صاحب موصوف کی خدمت میں چند مشورے پیش کریں۔ ہم نے شہریور ۱۳۵۴ف میں سابق امیر جامعہ کی خدمت پر مولوی سید محمد اعظم صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے جامعہ کے بعض مسائل پر بحث کی تھی اور اس کی جانب بطور خاص توجہ دلائی تھی کہ اگر اساتذہ اپنے علمی مشاغل کو دفتری کوڈ دوڑ دھوپ یا شخصی ترقی کے لئے دوڑ کی پر ترجیح دیں تو اچھا ہے۔ ہم تمام اساتذہ کو اس علمی کام سے محروم قرار نہیں دیتے لیکن چند ایسے ضرور ہو سکتے ہیں جو علمی مشاغل پر شخصی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض اساتذہ ایسے ہیں جن کو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ جامعہ کی پروفیسری کو کسی دوسرے سر رشتہ کی خدمت کے لئے کس طرح زینہ بنایا جا سکتا ہے۔ حیدرآباد سے اور ایسا نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ حکومت خود کسی اچھے پروفیسر کو کسی خاص کام کے لئے چن لیتی ہے لیکن یہ بات پروفیسر کے شایان شان نہیں کہ وہ خود پیروی کرتا پھرے اور عہدہ داروں کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہے۔ ہم نے اس جانب دوبارہ توجہ دلانا اس لئے ضروری سمجھا کہ ہر جامعہ کی کامیابی اس امر پر منحصر ہوتی ہے کہ اس کے اساتذہ ہمہ تن علمی مشاغل میں منہمک رہیں۔ اس لئے ہمارا یہ مشورہ ہے کہ اساتذہ کو پابند کیا جائے کہ وہ بدستور اپنا مطالعہ جاری رکھیں بلکہ اپنے مطالعہ کے نتائج کو مقالات کی صورت میں منظر عام پر بھی لائیں۔

ہمارا ایک اور مشورہ یہ ہے کہ ہندوستانی جامعات کے منتخب اور قابل ترین اساتذہ کو جامعہ عثمانیہ میں مدعو کیا جائے تاکہ ان کے لکچر سننے کے بعد طلبہ کو اور خود ہمارے اساتذہ کو یہ اندازہ ہو سکے کہ باہر کے اساتذہ کا معیار کس قدر بلند ہے۔ ایک اور بات جس کی جانب ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ طلبائے جامعہ عثمانیہ کے اچھے کارناموں کو علمی دنیا سے روشناس کرانے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ہمارے طلبہ کی محنت اور کاوش کے نتائج کو بیرونی دنیا کے آگے پیش کرنے کے لئے مختلف تدابیر پر غور کرنا ضروری ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ہماری جامعہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں کئی انگریزی اور مرہٹی کے دو بہترین شاعر ہیں لیکن بیرونی دنیا ان سے بالکل ناواقف ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے طلبہ کے کارناموں کی اشاعت کے لئے خواہ ان کا تعلق السنہ سے ہو یا سائنس اور فنون سے جامعہ کی جانب سے کوئی معقول انتظام کیا جائے۔

طلبہ کے زاویہ نگاہ میں وسعت پیدا کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ہر سال چند منتخب طلبہ اور اساتذہ کو بطور سیاحت ہندوستان کے مختلف جامعاتی مراکز کو روانہ کیا جائے تاکہ وہ وہاں کی درس گاہوں اور دار التجربوں کی کارگزاری کا مطالعہ کر سکیں۔ اسی طرح کلیہ انات کی طالبات کو بھی علی گڑھ، دہلی، لکھنؤ اور لاہور کے مختلف کلیات کا معائنہ کرنے اور طالبات اور معلمات سے ملنے اور تقریری مقابلوں میں حصہ لینے کا موقع ملنا چاہئے۔ یہ سب کچھ بہ آسانی روبہ عمل کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے ہمیشہ اس نقطہ نظر کی حمایت کی ہے کہ ملک کا نظم و نسق اہل ملک ہی کے ہاتھوں میں رہے اور ملازمتوں پر فائز ہونے کا حق صرف ملکیوں کو حاصل رہے لیکن جہاں تک تعلیمات اور

جامعہ کا تعلق ہے ہم ملکی اور غیر ملکی کے مسئلہ کو اہمیت نہیں دیتے کیونکہ علم جغرافی حدود سے بالاتر ہے۔ البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ باہر سے بہتر سے بہتر لوگ بلائے جائیں ہمیں ابھی باہر والوں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اس حقیقت سے انکار کرنا ایک بیجا تنگ نظری ہوگی۔ کم از کم علمی دنیا میں ایسی تنگ نظری روا نہیں رکھی جا سکتی۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض غیر ملکی اساتذہ کا وجود ہماری جامعہ کے وقار میں اضافہ کا باعث ہے۔ ایسے اساتذہ میں پروفیسر ونکٹ آنجہانی سے مولانا وحید الدین سلیم مرحوم، پروفیسر حبیب الرحمٰن مرحوم، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم پروفیسر الیاس برنی وغیرہ کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

آخر میں ہم فارغ التحصیل طلبہ سے متعلق چند باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ علم کا مقصد محض حصول ملازمت نہیں ہے لیکن جب ملک میں معیشت کے مختلف شعبوں کے دروازے وسیع نہ ہوں تو تعلیم یافتہ افراد لا محالہ ملازمت کی طرف رجوع ہونے پر مجبور رہتے ہیں۔ ایسے افراد کو جب حصول ملازمت میں ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ ان کی تعلیم رائگاں گئی۔ ہم اس امر کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ بے سہارا طیلسانین میں ایک طرح کی بددلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس لئے ارباب جامعہ کا یہ ایک اخلاقی فرض ہے کہ فارغ التحصیل طلبہ کی تلاش معیشت میں مدد دیں۔ ایک عرصہ سے ہم خود سوچ رہے ہیں کہ سیول سرویس اور تحصیلداری وغیرہ کے امتحانات میں جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی اکثریت کیوں نہیں رہتی جبکہ ملک میں دوسری جامعات کے طیلسانین کے مقابلہ میں جامعہ عثمانیہ کے طیلسانین کا تناسب بہت بڑا ہوا ہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ کچھ عرصہ قبل عدالت العالیہ سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ منصفی کی جائدادوں میں سے بعض جائدادیں کل سے نصف جائدادیں جامعہ عثمانیہ کے ایل ایل بی کامیاب طلبہ کے لئے محفوظ کر دی جائیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ نواب علی یاور جنگ بہادر ان مسائل پر بھی اپنی اولین فرصت میں توجہ مبذول فرمائیں گے۔ جامعہ میں طلبہ کو تعلیم دینے اور ان کو آئندہ زندگی کے لئے تیار کرنے کا مسئلہ جس قدر اہم ہے اس سے زیادہ اہم یہ مسئلہ ہے کہ ختم تعلیم کے بعد زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی کھپت کس طرح ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ براہ راست جامعہ سے زیادہ حکومت سے تعلق رکھتا ہے لیکن ہماری رائے میں ارباب جامعہ موثر طریقہ پر حکومت کو اس مسئلہ کے حل کی جانب متوجہ کر سکتے ہیں۔

سوباش چندر بوس

اگر یہ خبر صحیح ہے کہ ایک فضائی حادثہ کے نتیجہ کے طور پر سوباش چندر بوس کا انتقال ہو گیا ہے تو ہم بہ حیثیت ایک ہندوستانی کے ان کی موت پر اظہار رنج و ملال کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ مسٹر بوس کے مسلک اور طریق کار سے چاہے کسی کو اختلاف ہو لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مادر ہند کے ایک ایسے سپوت تھے جو اپنے سینے میں ایک درد مند دل رکھتے تھے اور مادر وطن کو اقوام عالم کی صف میں ایک ممتاز مقام پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ ہم ان احباب سے متفق ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسٹر بوس ایک بھٹکے ہوئے خادم وطن تھے۔ انھیں ایک ایسی قوم سے مدد لینے کی کوشش نہ کرنی چاہئے تھی جو فاسطیت کی علمبردار ہے۔ ہمارے خیال میں مسٹر بوس کو جاپان کی فاسطیت سے ہمدردی نہ تھی۔ وہ صرف برطانوی سامراجیت کے مخالف تھے اور اس سامراجیت کے تسلط سے ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر انھوں نے چاہا کہ اپنی قوم کی قسمت کو [illegible] کرنا چاہا۔ ان کے اس فیصلہ کو اہل ہند نے کبھی پسند نہیں کیا اور اس فیصلہ کی علانیہ مذمت کی۔ لیکن اب جبکہ مسٹر بوس کے انتقال کی خبر آئی ہے اہل ہند کو چاہئے کہ اپنے قلوب سے غصہ اور کدورت کے جذبات کو نکال دیں۔ اگر مسٹر بوس کا واقعی انتقال ہو گیا ہے تو ان کی آتما کی شانتی کے لئے دعا کریں اور اگر وہ زندہ ہیں تو توفیق نیک کے لئے۔

بیمہ امداد باہمی

حیدرآباد کو آپریٹو انشورنس سوسائٹی نے امداد باہمی کی بیمہ کی ان تمام انجمنوں کا ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے جو ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔ اس تجویز پر بحث و تمحیص کے لئے بمبئی، مدراس اور حیدرآباد کے نمائندوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مجوزہ ادارہ کے لئے ایک عارضی دستور کا مسودہ تیار کیا گیا۔ یہ امداد باہمی کی بیمہ کی تمام انجمنوں میں گشت کرایا جائے گا تاکہ ان کی رائے معلوم کی جائے۔ مجوزہ انجمن کا اصل مقصد یہ ہوگا کہ بیمہ کے کاروبار کو امداد باہمی کے اصولوں پر قائم کیا جائے۔

آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر صدر المہام فینانس سرکار عالی نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت حیدرآباد امداد باہمی کے ان اداروں کی ہمیشہ پوری تائید و حمایت کرتی رہی ہے جو عوام کے فائدہ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ بیمہ کے کاروبار کو زیادہ سے زیادہ امداد باہمی کے اصول پر چلایا جائے۔ نواب صاحب نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ امداد باہمی کے بیمہ کو ہندوستان میں ابھی مناسب مقام حاصل نہیں ہوا ہے۔ اگرچہ امداد باہمی کی بیمہ کی بعض انجمنوں کو کافی فروغ حاصل ہوا ہے تاہم اس میدان میں ابھی ترقی کی بہت کچھ گنجائش ہے۔

آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ انہیں وہ بلند آہنگ منصوبے پسند نہیں جو زیادہ تر کاغذ تک محدود رہتے ہیں حکومت بجائے خود عوام کی معاشرتی بہبودی کو آگے نہیں بڑھا سکتی۔ ضرورت اس کی ہے کہ عام خوش حالی میں اضافہ کرنے کے لئے متفقہ طور پر خلوص جدوجہد کی جائے۔ انھوں نے صنعتی اور دوسرے اداروں خاص کر بیمہ کی کمپنیوں کو مشورہ دیا کہ وہ غریبوں اور محتاجوں کی امداد کے لئے خیراتی فنڈ قائم کریں۔ یہ عوام تک پہنچنے کا ایک نہایت موثر طریقہ ہے تاہم ان کے ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کی صلاح و فلاح میں دلچسپی لیتے اور ان کی حالت سدھارنے میں مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔

(معلومات حیدرآباد)

لارڈ ویول کی انگلستان کو روانگی

نیا دستوری اقدام

ٹائمز آف انڈیا کا نامہ نگار خصوصی دہلی سے اطلاع دیتا ہے کہ لارڈ ویول اپنے ساتھ سوائے اپنے پرائیویٹ سکریٹری سر ایوان جنکنس کے راؤ بہادر پی وی مینن کو انگلستان ساتھ لے گئے ہیں۔ مسٹر مینن چیف کمشنر اصلاحات تھے۔

نئی عمال حکومت سے لارڈ ویول کی گفتگو ایک اہم بنیادی مسئلہ پر مرکوز رہے گی۔ اندازہ یہ ہے کہ مرکز میں کسی عارضی حکومت کے قیام کے بجائے مستقل حکومت کے لئے دستوری قدم اٹھایا جائے [illegible] کی رائے ہے کہ مستقل حکومت ہونے [illegible] کونسل کی از سر نو تشکیل ہو [illegible]

بقیہ سلسلہ صفحہ [illegible]

لارڈ ویول کیوں ناکام رہے

از

امرندرا ناتھ چٹوپادھیا ایم۔ اے

لارڈ ویول حکومت برطانیہ کی جانب سے ہندوستان کی دو بڑی جماعتوں کانگریس اور لیگ کے لئے ایک پیش کش لائے تھے تاکہ ان دونوں کے تعاون سے ایک عارضی قومی حکومت تشکیل دی جائے۔ شملہ کانفرنس میں ان دونوں جماعتوں کے لیڈروں کے علاوہ صوبوں کے وزرائے اعظم اور پست اقوام اور سکھوں کے لیڈر بھی مدعو کئے گئے مگر ہندو مہاسبھا اور مزدوروں کے نمائندے مدعو نہیں کئے گئے۔ کانگریس اور دوسری جماعتوں کے لیڈروں نے ارکان کونسل کے ناموں کی فہرست پیش کی لیکن لیگ کے لیڈر ارکان کو نامزد کرنے کے حق پر اڑے رہے اور انہوں نے کوئی فہرست پیش نہیں کی۔ اس کے بعد لارڈ ویول نے کانفرنس کی ناکامی کا اعلان کر دیا اور اس کی ذمہ داری خود قبول کی۔

قوم پرست اخباروں نے بڑا شور مچایا تھا۔ کانفرنس کے متعلق ان کے پروپگنڈے نے ناسمجھ عوام کے قلوب میں رجائیت کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ برطانیہ اور امریکہ کے سیاسی حلقے اس پیش کش کی تعریف کر رہے تھے لیکن کانفرنس بہر صورت ناکام رہی۔

جو لوگ سیاسیات پر حقیقت پسندانہ نظر ڈالتے ہیں انہیں کوئی مایوسی نہیں ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کانفرنس کو ناکام ہونا ناگزیر ہے۔ حیرت ہے کہ لارڈ ویول کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل رہی۔ لارڈ ویول مسٹر جناح کے خیالات سے بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے مطالبہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

قوم پرست اخبارات کانفرنس کی ناکامی کی ذمہ داری مسٹر جناح پر عائد کرتے ہیں جو کسی نقطہ نظر سے بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر مسٹر جناح اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو جاتے تو انہیں مسلم لیگ کو برخاست کر دینا پڑتا۔ وہ کسی عارضی انتظام کی خاطر سیاسی خودکشی کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہ بات کانفرنس کے موقع پر اچھی طرح واضح ہو گئی۔ لارڈ ویول کے پیش کش میں ہندوستان کی آئندہ حکومت سے متعلق کوئی بنیادی اصول یا پالیسی کا تذکرہ نہیں تھا۔ وائسرائے کی کونسل کے موجودہ ارکان کے بجائے سیاسی جماعتوں کی پیش کردہ فہرست سے نئے نام چن لینے کا سوال تھا۔

ویول کے پیش کش میں صرف نئی بات یہ تھی کہ کونسل کے سارے ارکان ہندوستانی ہوں گے اور ہندوستان میں ایک برطانوی ہائی کمشنر مقرر کیا جائے گا۔ سطحی نظر سے دیکھنے والوں کے لئے ایک نئی چیز ہے لیکن درحقیقت اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ موجودہ کونسل میں بھی بجز تین کے سارے ارکان ہندوستانی ہیں۔ اگر یہ دس ہندوستانی ارکان متحد الخیال ہو جائیں تو تین انگریز کیا کر سکتے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر نئی کونسل تشکیل دی گئی تو اس کے سب ارکان متحد الخیال ہوں گے۔

مسٹر جناح کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ پوری مسلم قوم کے نمائندہ ہیں۔ کانگریس اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور کانگریس سارے ہندوستان کے باشندوں کی بلا لحاظ مذہب و فرقہ نمائندہ ہونے کی دعویدار ہے۔ اس کا ادعا ہے کہ وہ پوری ہندوستانی قوم کی نمائندہ ہے۔ مسلم لیگ اور مہاسبھا اس دعوے کو نہیں مانتے۔ پست اقوام اور سکھ بھی کانگریس کے اس ادعا کو مسترد کرتے ہیں۔ اس طرح لارڈ ویول کے پیش کش میں ایک کمزوری مضمر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لیگ کے باہر بھی مسلمان ہیں لیکن یہ سب لیگ کے خلاف متحد ہو کر لیگ کے دعوے کو چیلنج کیوں نہیں کرتے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر مسٹر جناح کے پیرو اس نقطہ نظر کو پسند نہیں کرتے جو مسٹر جناح نے شملہ کانفرنس میں اختیار کیا تھا تو وہ مسٹر جناح کے خلاف بغاوت کیوں نہیں کرتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

کانگریس کے ہائی کمانڈ نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ لارڈ ویول جو کچھ پیش کریں اس کو قبول کر لیا جائے انہوں نے لارڈ ویول کی قیادت کے تحت عہدے قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ کانگریسی لیڈروں کی اس حقیقت پسندی پر انہیں مبارکباد دیا جا سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ افسوس ہے کہ حکومت برطانیہ کے آگے ہتھیار ڈال دئے کیونکہ ان کے لئے اب کوئی اور راستہ نہ تھا۔ کانگریس نے ۱۹۴۲ء میں ناقص غلطی کی تھی جبکہ مشرق بعید پر بظاہر جاپان کا تسلط ہو چکا تھا اور وہ ہندوستان پر حملہ کرنے والا تھا۔ لیکن ۱۹۴۵ء تک صورت حال بدل گئی اور برطانیہ اور امریکہ مشرق بعید کی صورت حال پر مسلط ہو گئے۔ جرمنی نے ہتھیار ڈال دئے۔ کانگریسی لیڈروں کو مایوسی سے دوچار ہونا پڑا اور اس بے ڈھب موقف سے نکل آنے کی بس ایک ہی صورت تھی کہ لارڈ ویول کے پیش کش کو قبول کر لیا جائے۔ قوم پرستانہ جذباتی سیاسیات کے لئے اب کوئی جگہ نہ تھی۔

کانگریس نے عزم کر لیا تھا کہ سیاسی تعطل کو ختم کر دیا جائے۔ یہ سیاسی تعطل خود کانگریسی لیڈروں کی غلطیوں سے پیدا ہوا تھا۔ ملک کی افسوسناک صورت حال کو محسوس کر کے کانگریس ہائی کمانڈ نے اپنے پیروؤں کو یہ مشورہ دیا کہ ویول پیش کش کو وہ جو کچھ بھی ہو مکمل قبول کر لیا جائے۔ لیکن وہ مسٹر جناح کی سیاسیات کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اس لئے وہ لارڈ ویول کو یہ مشورہ نہ دے سکے کہ عارضی مدت کے لئے مسٹر جناح کی پیش کردہ فہرست قبول کر لی جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو مسٹر جناح کے لئے اس کانفرنس کو ناکام کرنا دشوار ہو جاتا۔ بشرطیکہ یہ صحیح ہو کہ مسٹر جناح اس کو ناکام کرنا چاہتے تھے۔

ایک قوم پرست پر کسی مذہب کا لیبل نہ ہونا چاہئے۔ پنڈت نہرو ابوالکلام آزاد کی اسی طرح نمائندگی کر سکتے ہیں جس طرح ابوالکلام آزاد پنڈت نہرو کی۔ اگر کسی کانگریسی مسلمان کو وائسرائے کی کونسل میں نشست نہ دی جاتی تو اسے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ اپنے ایثار سے دنیا کی نظروں میں بڑی عزت حاصل کر لیتا۔ جب کانگریس ایک بڑے مقصد کے لئے گیارہ انچ ہٹ سکتی ہے تو ایک انچ اور ہٹ کر وہ شملہ کانفرنس میں کامیاب ہو جاتی۔ لارڈ ویول اس لئے ناکام نہیں ہوئے کہ مسٹر جناح نے انہیں ناکام کر دیا بلکہ اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ کانگریس پر وقار کا بھوت سوار تھا اور کانگریس ہائی کمانڈ حب الوطنی کے معیار پر پورا نہیں اتر سکا۔ جرات سے ایک اور قدم اٹھایا جاتا تو یہ گتھی سلجھ جاتی۔ ملک کا مفاد کسی شخصیت یا جماعت کے وقار سے عظیم تر ہوتا ہے۔ لیڈروں نے اس بات کو فراموش کر دیا کہ اس وقت جرات ہی سب کچھ ہے۔ ایک نازک موقع پر ان سے لغزش ہوئی۔

لارڈ ویول کو کانفرنس کی ناکامی سے بڑی مایوسی ہوئی ہوگی۔ برطانیہ کے انتخابات کے نتائج ہندوستان پر بھی اثر انداز ہوں گے۔ لارڈ ویول کو دوسرا قدم اٹھانے سے پہلے احتیاط کے ساتھ غور

(بقیہ ملاحظہ صفحہ ۷)

گوداوری اسکیم

ایک نامہ نگار کے قلم سے

سرمل سلاٹر نے گوداوری اسکیم پیش کرتے ہوئے اس امر کا ادعا نہیں کیا کہ وہ ان متعدد صنعتوں کے ماہر ہیں جو اس اسکیم میں شامل ہیں۔ ان کا منشاء حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرانا تھا کہ پیداوار خام، قوت برقی، ریلوے اور ریل و رسائل کے اعتبار سے مملکت کا کونسا مقام صنعتوں کی نشو و نما کے لئے موزوں ہوگا۔ یہ اسکیم کوئی فنی معلومات فراہم کرنے کے بعد مرتب کی گئی۔ اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صنعتوں کی ترقی کے لئے ایک موزوں مقام متعین کیا گیا ہے۔

یہ اسکیم پہلی مرتبہ صنعتی منصوبہ بندی کی مشیر کمیٹی کے آگے پیش کی گئی تھی۔ مشیر کمیٹی نے اپنے ایک اجلاس میں جو گذشتہ سال صدر المہام بہادر تجارت کی صدارت میں منعقد ہوا تھا بحیثیت مجموعی اس اسکیم کو پسند کیا۔ اس اجلاس میں صدر المہام بہادر موصوف کے علاوہ حسب ذیل ارکان شریک تھے۔ صدر المہام بہادر تعمیرات، صدر المہام مال نواب زین یار جنگ بہادر، سرمل سلاٹر، مسٹر میر لائق علی، مسٹر آرمسٹیڈ، نواب حسن یار علی، نواب مہدی نواز جنگ بہادر، ناظم صاحب معدنیات، رائے صاحب پنا لال لاہوتی، مسٹر سی اے ریلیج، ڈاکٹر اے ایم حیدرن، ناظم صاحب صنعت و حرفت مسٹر قمر طیب جی، مسٹر سری کشن سکسینہ، مسٹر اے ڈی والدن، ڈاکٹر مظفر الدین قریشی، مسٹر افضل علی خاں اور معتمد تنظیم مابعد جنگ۔

اس کے بعد اس اسکیم کو مجلس منصوبہ بندی میں پیش کیا گیا۔ اس مجلس نے بھی اس کو پسند کیا اور سفارش کی۔ باب حکومت نے اپنے ایک اجلاس میں باتفاق آراء تعمیرات، صنعت و حرفت اور منصوبہ بندی کی مشیر کمیٹی کی سفارشات کو منظور کر لیا اور اس کے متعلق مواد تیار کرنے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی مقرر کی۔ باب حکومت کے اس فیصلہ کے مطابق جو خصوصی کمیٹی تشکیل پائی تھی گذشتہ سال اپنا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں مسٹر بیادوچ، نواب میر نواز جنگ بہادر، مسٹر ورا ہتہ، مسٹر آرمسٹیڈ، مسٹر ٹی ہیرٹ اور نواب محمود یار جنگ بہادر شریک تھے۔ اس کمیٹی نے مختلف مسائل پر بحث کرنے کے بعد طے کیا کہ ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے جو حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہو۔

(۱) مسٹر آرمسٹیڈ
(۲) ڈاکٹر اے ایم حیدرن
(۳) نمائندہ کامریڈ
(۴) نمائندہ ریلوے
(۵) مسٹر نواب عظیم الدین
(۶) کنسلٹنگ انجینئر محکمہ برقی

خصوصی کمیٹی کا ایک اور اجلاس اس سال اس اسکیم کی تفصیلات پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا جس میں نواب محمود یار جنگ بہادر، مسٹر آرمسٹیڈ، مسٹر روبن اور مسٹر شارپ شریک تھے۔ اس سال اس کمیٹی کا ایک اجلاس بھی نواب زین یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں دوسرے ارکان کے علاوہ مسٹر بیادوچ بھی شریک تھے۔ خصوصی کمیٹی نے جو ذیلی کمیٹی تشکیل دی تھی اس نے قوت برقی کی اسٹیشن سے متعلق اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ ذیلی کمیٹی کے اجلاس میں حسب ذیل ارکان شریک تھے۔ ڈاکٹر اے ایم حیدرن، ناظم معدنیات، مسٹر قیلان جنرل منیجر عثمان شاہی کامریڈ، مسٹر روبن نائب ناظم محکمہ برقی، مسٹر آرمسٹیڈ (صدر)۔

اس ذیلی فنی کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد جس میں برقی قوت کے مشنری حاصل کرنے کے طریقہ سے بحث کی گئی تھی خصوصی کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی کہ گوداوری اسکیم سے متعلق حکومت کے آگے تفصیلی تجاویز پیش کرنے کے لئے ابھی کچھ عرصہ درکار ہوگا۔ اور یہ طے پایا کہ برقی قوت کی اسٹیشن کو وجود میں لانے کے لئے جو اس بڑی اسکیم کا ایک جزو ہے اور صنعتی پیمائش کو عمل میں لانے کے لئے جس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے ایک ادارہ قائم کیا جائے۔

یہ اسکیم جانچ و تنقیح کی ابھی ابتدائی منزل میں ہے۔ اس کی تین خصوصیات ہیں۔ قوت برقی کی تولید، صنعتی ترقی اور آبپاشی۔ سب سے پہلے قوت برقی کی تولید کے لئے فوری تدابیر اختیار کی جائیں گی اور اس کے بعد برقی آبپاشی کی اسکیم کی طرف قدم اٹھایا جائے گا کیونکہ گوداوری کے رقبہ میں سستی قوت برقی صنعتی ترقی کے لئے شرط مقدم ہے۔ مشنری کے حصول کے لئے انتظامات کئے جا رہے ہیں اور حصول مشنری میں اس مقصد کے لئے حکومت ہند کو لکھا گیا ہے۔ اس رقبہ کی صنعتی پیمائش کے منصوبہ پر حکومت متوجہ ہے۔ ماہر ارضیات اور ماہر سفال گری نے جنہیں مارکٹ فروخت میں منصف روغن سازی اور سفال گری کے امکانات کی پیمائش کے لئے مقرر کیا گیا تھا اپنی رپورٹیں پیش کر دی ہیں۔ دوسری صنعتوں کے متعلق بھی اسی قسم کی پیمائش بہت جلد کی جائے گی۔ زراعت اور آبپاشی کے مسائل پر ماہرین کی ایک ذیلی کمیٹی غور کر رہی ہے۔ آبپاشی کے سلسلہ میں محکمہ تعمیرات دریائے گوداوری کے تقسیم آب سے متعلق مواد جمع کر رہا ہے اور ایک یادداشت تیار کر رہا ہے جس کی بنیاد پر حکومت مدراس اور حکومت بمبئی کے نمائندوں سے گفتگو ہوگی۔ ذخیرہ آب اور مشنری سے متعلق چیف انجینئر تعمیرات ایک تفصیلی یادداشت تیار کر رہے ہیں۔

گوداوری اسکیم ایک کثیر المقاصد اسکیم ہے جس کو روبہ عمل لانے کے لئے متعدد ماہرین فن اور کمیٹیوں کی ضرورت ہے تاکہ ان کی تجاویز کو اس وسیع اسکیم کے تحت ہم آہنگ کیا جائے۔

لارڈ ویول کی انگلستان کو روانگی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

آئندہ دو یا تین سال ہندوستان کے لئے بہت اہم ہوں گے اس لئے آخری سمجھوتہ ہونے تک مرکز میں ایک زیادہ نمائندہ حکومت کا قیام ضروری ہے۔ ان کی یہ رائے ہے کہ شملہ کانفرنس جو کہ فرقہ وارانہ مسئلہ پر ناکام ہو گئی جو ابھی تک حل نہیں ہوا اس لئے عارضی سمجھوتہ کے لئے نئے راستے تلاش کرنے چاہئیں۔

یہ مکتب خیال سمجھتا ہے کہ موجودہ انتخابات کے بعد ویول پلان کے مطابق فرقہ وارانہ مساوات اور صوبہ واری بنیاد پر مرکز میں عارضی حکومت کا قیام ایک درمیانی راستہ مہیا کرتا ہے۔ اس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ایسی صورت میں وائسرائے کی کونسل کے لئے نامزد کی گئی اکثریت اس پارٹی کے ہاتھ میں چلی جائے گی جو برسر اقتدار ہوگی۔ لیکن اس اسکیم کے حامی سمجھتے ہیں کہ اس سے صوبہ کے رائے دہندوں کی مرضی معلوم ہو جائے گی۔

لندن میں لارڈ ویول جن مسائل پر گفتگو کریں گے ان میں سب سے زیادہ دستوری مسائل ہوں گے مگر دوسرے مسائل بھی زیر بحث ہوں گے۔ بعد جنگ ہندوستان سے متعلق بحثیں زیر بحث آئیں گی۔ جنگ کے اختتام سے معاشی مسائل نے بہت اہم اور شدید بنا دیا ہے۔ ہندوستانی کارخانہ داروں کے ساتھ سر ارڈیشیر دلال نے برطانیہ اور امریکہ کا دورہ کرنے کے بعد مواد فراہم کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۲)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

مشرقِ بعید کی جنگ میں متحدین کی فتح سے جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اس کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے۔ برطانیہ کے پادریوں میں اس امر پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں شکرانہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ سینٹ البانس کے پادری نے ایٹم بم کے استعمال کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے شکرانہ کی تقریب منسوخ کر دی۔ اس پادری نے کہا کہ جو فتح ایسے مہلک ہتیار سے حاصل کی گئی ہو اس کے لئے دیانت داری کے ساتھ میں خدا کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ آکسفورڈ کے پادریوں نے ایٹم بم کے استعمال کی حمایت کی ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ بلا اشتباہ قتل سے قیمتی قتل بہتر ہے آرچ بشپ آف کینٹربری اس ہتیار کی مذمت کر اس کے استعمال کی تائید کرتے تھے۔ ان کے خیال میں جاپان کے ہتیار ڈال دینے سے کروڑوں انسانوں کی جانیں بچ گئیں۔

جنگ جاپان کے اختتام پر اپنی نشری تقریر میں وائسرائے نے فرمایا کہ:-

"بلاشبہ ہندوستان مشرق و مغرب دونوں جگہ فتح میں ایک بڑے حصہ کا حق دار ہے"

مگر چونکہ ہندوستان ایک روحانی ملک واقع ہوا ہے اس کو اس فتح میں صرف روحانی حصہ ملنا چاہئے۔ مادی حصے کے وہ ممالک مستحق ہیں جو مادیت کے قائل ہیں۔

دستوری اصلاحات پر بحث کرتے ہوئے مسٹر بی۔ رام کرشن راؤ ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں کہ:- کانگرس (بقول حاسد اکبر مرحوم) اٹلی کے امریکی کی طرز حکومت اور دستور کے دلدادہ تھے اور یاد کرتے تھے کہ ایک جمہوری طرز کا مقننہ اس طرح قائم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے وجود سے حکومت حاضرہ کی مطلق العنانی میں کوئی کمی واقع نہ ہو اور اسے سرمایہ دارانہ عناصر کی تائید حاصل ہو۔"

سر اکبر کے خلاف یہ بہتان ان کی زندگی میں کیوں نہیں لگایا گیا؟ مسٹر رام کرشن راؤ اپنے استدلال سے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ خود اور ان کی پارٹی سرمایہ دارانہ عناصر کے خلاف ہیں۔

اسی مضمون میں مسٹر رام کرشن راؤ نے اپنی اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ:-

"خدا کرے کہ جملہ جماعتوں کے قائدین پھر ایک بار مل بیٹھ کر سوچیں اور اس ناقابل برداشت جمود سے نکلنے کی کوئی تدبیر نکالیں اور آگے بڑھیں"۔

یہ توقع فضول ہے کیونکہ ہندو جماعتوں کے قائدین پیرامونٹسی کو خوش کرنا خردین کی جماعتوں (مسلمان اور پست اقوام) کو اپنے ساتھ شریک کرنا اور سرمایہ دار طبقہ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ اگر مسٹر رام کرشن راؤ کا تخیل صحیح ہے تو مسلمان اور پست اقوام اور وہ ساری جماعتیں جو سرمایہ دارانہ نظام کا شکار رہی ہیں ایک شریک کی خاطر جد و جہد کرنے آمادہ ہو جائیں گی۔

دستوری اصلاحات کی مخالفت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مسٹر رام کرشن راؤ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ:-

"امید واروں کی حالت یہ ہے کہ یک انار و صد بیمار"

اب یہ راز فاش ہو گیا کہ مفاد ذاتی بنیاد کی مخالفت اور علاقہ داری انتخابات کی تائید کیوں کی جا رہی ہے۔

نظم پر سے بہت جلد کنٹرول برخاست کر دیا جائے گا (ایک خبر)

کلکتہ کے ایک شاعر کے خیال میں اب فلمی ستاروں کو چار آزادیاں حاصل ہو جائیں گی — اداکاری، شادی، طلاق اور عقد ثانی۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ایک صحافتی بیان میں فرمایا کہ:-

"ہم اس کے فریق نہیں ہو سکتے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ قوم تصور کر کے مذہبی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کی جائے۔ ہم ایک ہی ملک ہندوستان کے ہیں اور ہم ایک ہی قوم کے ہیں خواہ ہندو ہوں یا کسی دوسرے مذہبی گروہ کے"

مگر یہ "ایک ہی قوم" عجیب قوم ہے کہ نہ تو آپس شادی بیاہ کرتی ہے اور نہ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھاتی ہے۔

پنجاب کو سنبھالنے کی ضرورت۔ مسٹر عبدالقیوم کا بیان۔ (اخباری سرخیاں)

اقبال مرحوم نے بھی یہ ضرورت محسوس کی تھی اور پنجابی مسلمان کے متعلق فرمایا تھا ؎

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

ہندوستان کی ایک مشہور فلم اسٹار دیویکا رانی نے ایک مشہور روسی آرٹسٹ سوٹلاف روئرخ سے دوسری شادی کر لی۔ شادی کے بعد یہ جوڑا ہمالیہ روانہ ہو رہا ہے جہاں ماہ عسل گزارا جائے گا۔ (ایک خبر)

ہمالیائی غلطی!

گزشتہ پنجشنبہ کو آریہ سماج سوریہ نگر میں دو بجے کر شام کے چھے بجے تک کشتیوں کا مظاہرہ ہوا (ایک خبر)

سوریہ نگر در اصل حیدر گوڑہ کا بدلا ہوا نام ہے۔ سوال یہ ہے کہ محلوں کے نام بدلنے کا اختیار بلدیہ کو حاصل ہے یا آریہ سماج کو؟

اچاریہ کرپلانی کی جمہوریت دشمنی

کانگریس کے جنرل سکریٹری اچاریہ کرپلانی صاحب جمہوری دنیا کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار بڑی شد و مد سے کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک فاشزم پر جمہوریت کی فتح کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اور جمہوری دنیا کو سامراج کہنا [illegible] ۱۰ اگست کو کانگریس کے ایک جلسے میں انھوں نے بڑی نفرت سے کہا کہ "الائیز" کا مطلب ہے "آل لائیز" (یعنی اتحادی جھوٹے ہیں) دنیا میں امن قائم رکھنے کے انتظامات کے متعلق جن میں سب سے بڑا ہاتھ سوویت یونین کا ہے، اچاریہ جی نے یہ رائے ظاہر کی کہ "بین الاقوامی جمہوریت بھی نازی آمریت کی طرح مردود ہے اور تباہ ہو جائے گی"۔ چرچل کی رجعت پرست جماعت کے خلاف برطانوی مزدوروں کی جیت کا مطلب اچاریہ جی کے نزدیک یہ ہے کہ "آسودہ سامراجیوں" کی جگہ "غیر آسودہ اور زیادہ حریص سامراجی" آ رہے ہیں کیونکہ لیبر پارٹی کی حکومت کا پروگرام برطانوی عوام کے لئے سوشل سکیورٹی (عوامی بہبود) اور ایک بہتر معیار زندگی ہے۔ جنگ سے پہلے دنیا کے بازاروں میں برطانیہ جاپان اور جرمنی کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ پھر کیا جنگ کے بعد دنیا کے بازاروں میں برطانیہ روس اور امریکہ کا مقابلہ کر سکے گا کیونکہ روس اور امریکہ بھی دنیا کے بازاروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے برطانیہ کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہندوستان کے بازار کو اپنے شکنجے میں رکھے۔ (۲۵ اگست، بمبئی کرانیکل) چرچل کی طرح اچاریہ جی کو اصرار ہے کہ برطانوی عوام بھی اپنے مفاد کے لئے ہندوستان کا خون ہمیشہ چوستے رہیں گے۔

نیشنلسٹ اخبارات بھی اچاریہ جی کی ہم نوائی کر رہے ہیں۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں آزادی کے لئے جو کچھ جدوجہد کرنی تھی کر چکے۔ اب ہمیں کچھ نہیں کرنا ہے۔ لیکن کوئی اپنے دل سے یہ سوال نہیں کرتا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ جب ساری دنیا آزادی کی منزل کی طرف بڑھ رہی ہے تو ہندوستان اب بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ ہم آزادی کی جدوجہد میں اپنا فرض ابھی تک ادا نہ کر سکے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم ابھی تک اس لئے غلام ہیں کہ ہماری قومی صفوں میں پراگندگی اور انتشار ہے ہم نے ابھی تک پاکستان کے مسئلے کو حل نہیں کیا ہے اور اسی لئے ہم اب تک متحدہ ہندوستان کی طرف سے آزادی کا متحدہ مطالبہ نہیں کر سکے ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے ہم خانہ جنگی کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اس سے برطانوی سامراج کی بنائی ہوئی غلامی کی زنجیریں مضبوط ہوں گی اور ناکامی کی رات اور طویل ہو جائے گی۔

جب شملہ کانفرنس ناکام ہوئی تو کانگریس کے دل میں لیگ کے خلاف بڑا شدید جذبہ تھا۔ آج یہ جذبہ مسلمانوں کے خلاف ہندو سنگرام (جنگ) کی شکل اختیار کر لی ہے۔ کانگریس نے مسلم عوام سے ایک متضاد پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس حق خود اختیاری تسلیم کرے لیکن نیشنلسٹ ہونے کی حیثیت سے وہ مسلم لیگ کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ ایک تجربہ کار سیاسی رہبر کی حیثیت سے وہ کانگریس اور لیگ کے اختلافات ختم کرنے کے لئے بے چین ہیں لیکن کانگریس کے جنرل سکریٹری اچاریہ کرپلانی مسلم دشمن سنگرام کے لیڈر ہیں۔

شملہ کانفرنس کے بعد اخباروں میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ لیگ کے خلاف غیر لیگی مسلمانوں کو منظم کرنے اور مسلم اکثریت کے صوبوں میں لیگ دشمن مشترکہ وزارتیں بنانے کی کوشش میں مولانا آزاد کا ہاتھ تھا۔ جب مولانا کشمیر تشریف لے گئے تو یہ خبر آئی کہ صوبہ سرحد میں لیگ کے خلاف محاذ بنانے کے لئے مولانا کی رہبری میں کچھ غیر لیگی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ لیکن کشمیر نیشنل کانفرنس کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ اس نے کانگریس سے درخواست کی کہ وہ حق خود اختیاری کو تسلیم کر کے کانگریس لیگ مفاہمت کی کوشش کرے۔ اس سے مولانا متاثر ہوئے۔ چنانچہ انھوں نے قومی جنگ کے نامہ نگار کو ایک خاص بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ "ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ ملک کے سیاسی اختلافات کو دور کرنے کی سعی کرے۔ اس وقت ہمارا سب سے بڑا قومی فریضہ یہ ہے کہ ہم ملک کی دونوں سب سے بڑی سیاسی جماعتوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی جدوجہد کریں"۔

لیکن کانگریس کے جنرل سکریٹری صاحب مسلمانوں کے خلاف ہندو سنگرام کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ۲۰ اگست کو بمبئی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ "اگر کانگریس کو مضبوط کرنے کے خیالات سے غیر مسلم حضرات مسلمانوں کے پاس جائیں گے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایک ہندو کی حیثیت سے میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ کام میرے بس سے باہر ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھ پر غضب کیا جائے گا۔ یہ مسلم عوام کا فرض ہے کہ وہ اپنے موجودہ لیڈروں کی غلطی کو سمجھیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کریں" (بمبئی کرانیکل ۲۰ اگست) جب کہ اچاریہ جی نے ایک تقریر کی جس نے ان کی پوزیشن کو اور بھی خراب کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ "میں نے یہ کہا تھا کہ ایک ہندو کی حیثیت سے میں کسی سیاسی مسئلے کے لئے مسلمانوں کے پاس نہیں جا سکتا۔ کانگریس ہمیشہ مسلمانوں کے پاس غیر لیگی کاموں کے ذریعے سے اپنا پیام لے گئی ہے"۔ اچاریہ جی تو خود یہ فرماتے ہیں کہ سیاسی مسائل کے لئے کوئی ہندو مسلمانوں کے پاس نہیں جا سکتا لیکن سیاست میں فرقہ پرستی شامل کرنے کا الزام اپنے بجائے دوسروں کو دیتے ہیں۔ اچاریہ جی کو اس کا قطعاً احساس نہیں ہے کہ ان کی پوزیشن کس قدر غلط اور مضحکہ خیز ہو گئی ہے۔ اس پر غور کرنے کے بجائے اب وہ پاکستان کے متعلق [illegible] کرتے ہیں۔ چنانچہ گرانٹ میڈیکل کالج کے طلباء کے ایک جلسے میں آپ نے کہا کہ "انسان" پاکستان سے زیادہ مکمل چیز ہے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کانگریس کیوں اس بنیاد پر لیگ کے ساتھ متحدہ محاذ نہیں بناتی تو انھوں نے کہا کہ یہ سوال برطانوی حکومت سے کیجئے اگر آپ کو پاکستان چاہئے تو ان کے پاس جائیے جن کے پاس پاکستان ہے۔ میرے پاس تو نہیں ہے۔ انھوں نے مشرق وسطیٰ و مغربی ایشیا میں سوویت کے خطرے کا اظہار کیا۔ میں جس خطرے کا ذکر کر رہا ہوں وہ فرضی نہیں ہے۔ برطانوی حکومت نے بھی اس کو محسوس کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز اب بھی لیگ کی حمایت کر رہے ہیں لیکن اب پاکستان کے حامی نہیں ہیں وہ کراچی کی جغرافیائی اہمیت سے واقف ہیں۔ [illegible] بمبئی [illegible] گفتگو کرتے ہوئے اچاریہ جی مسٹر جناح کا نام بھول گئے اور جب ان کو اس طرف توجہ دلائی گئی تو [illegible] کہ مجھے صرف [illegible] دوسروں کے لئے کیوں پریشان ہوں۔

اب ہماری آزادی کی تحریک [illegible] یہ ساری دنیا جمہوریت کی فتح کی خوشیاں منا رہی ہے۔ دنیا کے عوام اپنے آقاؤں سے اور زیادہ آزادیاں حاصل کر رہے ہیں۔ وہ اپنے ملک کے رجعت پرستوں کو شکست دے کر مزید سماجی اور معاشی ترقی کی تیاری کر رہے ہیں لیکن ہم اس ترقی اور آزادی کے دور میں اپنے ملک کے اندر خانہ جنگی کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ لیبر پارٹی کی مزدور تحریک کے ہندوستان دوست عناصر ہماری مدد کریں گے اور یہ ہم ان سے آزادی حاصل کر لیں گے۔

معتمدی فینانس میں پریس کانفرنس

ریلوے کے موازنہ سے متعلق مسائل

حیدرآباد ۵ اگست. آج صبح معتمدی فینانس میں آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر صدر المہام فینانس و نائب صدر ریلوے بورڈ کے زیر صدارت ایک پریس کانفرنس منعقد ہوئی. جس میں مسٹر پاکساں مسٹر تقی جگری مولوی سید محمود وحید الدین صاحب مدیر رہبر دکن قاضی عبدالغفار صاحب مدیر پیام مولوی وقار احمد صاحب مدیر نظام گزٹ مولوی احمد عارف صاحب مدیر صبح دکن مولوی عبدالرحمن صاحب مدیر وقت خورشید علی صاحب مدیر خلیفہ مسٹر لاتوش نمائندہ ٹائمز آف انڈیا خبر رسان ایجنسیوں کے نمائندگان شریک تھے اس کانفرنس کا مقصد ارباب صحافت کو ریلوے کے سنہ ۴۴-۴۵ء کے موازنہ اور ریلوے سنہ ۴۵-۴۶ء کے موازنہ اور ریلوے کے دیگر مسائل سے واقف کروانا تھا کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر نے فرمایا کہ میں آپ حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت دے کر ہماری دعوت پر یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی اس معتمدی کا خاص مقصد سرکاری و غیر سرکاری ذرائع کے درمیان ایک ربط پیدا کر کے سرکاری محکموں کی مشکلات سے غیر سرکاری حضرات کو واقف کروانا اور غیر سرکاری حضرات کی تجاویز اور مشوروں کو اپنے استفادہ کی کوشش ہوا کرتی ہے چنانچہ سابق میں اس قسم کی کانفرنس سے بہت ہی مفید نتائج برآمد ہو چکے ہیں. گزشتہ چھ سال کے دوران میں جنگ کی وجہ سے ریلوے کو کافی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا. کوئلہ کی قلت بڑھ گئی پرزوں مشنری اور اسباب کی عدم فراہمی نیز مزید بابت کی توڑی گئیں اور بڑھی ہوئی ٹرافک غذائی اجناس کے حمل و نقل میں خاطر خواہ اضافہ مذکورہ مشکلات میں سے چند ہیں لیکن ان دشواریوں کے باوجود نظام اسٹیٹ ریلوے کو اس بات کا فخر ہے کہ کبھی ٹرافک رکنے نہیں دی. عوام کو زیادہ مشکلات برداشت کرنے نہیں پڑے. اس کی ایک بہت بڑی وجہ سرکاری عملہ کی موثر جدوجہد اشتراک ہے. ایسے میں آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر نے فرمایا کہ ریلوے صرف ایک کاروباری ادارہ ہی نہیں ہے کہ جس سے محض نظر منافع اور زیادہ سے زیادہ منفعت ہی ہو بلکہ یہ ایک قومی سروس ہے اور ایک قومی سرمایہ ہے اور اس کا مقصد لوگوں عوام کو زیادہ سے زیادہ راحت اور سہولت پہنچانا ہے.

سنہ ۴۳-۴۴ء کے بجٹ تخمینے کے مطابق پانچ کروڑ اسی لاکھ کی آمدنی کی توقع ہے جس میں جملہ اخراجات بھی شامل ہوں گے برخلاف اس کے سنہ ۱۹۳۴ء-۱۹۳۵ء میں آمدنی مع خرچ پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ہوئی تھی اور ۳۵-۳۶ء میں آمدنی بشمول خرچ دو کروڑ اٹھاون لاکھ تھی. اس طرح تین کروڑ بیس لاکھ کی رقم کے اضافے کا سبب بالکلیہ طور پر زمانہ جنگ کی غیر معمولی ٹرافک بتلایا گیا ہے. سنہ ۳۵-۳۶ء میں انتظامی اخراجات ایک کروڑ تراسی لاکھ تھے ۴۴-۴۵ء میں بھی اخراجات تین کروڑ بائیس لاکھ تک بڑھ گئے ان اضافہ شدہ اخراجات میں ریلوے کے عملہ کے لئے تیس لاکھ روپے گرانی الاؤنس اور نسبتاً سستے داموں غلہ کی فراہمی کے لئے بارہ لاکھ کے مصارف بھی شامل ہیں.

سنہ ۴۵-۴۶ء میں دو کروڑ اکانوے لاکھ (۲۹۱۰۰۰۰۰) روپے کی خالص آمدنی کا تخمینہ کیا گیا ہے. برخلاف اس کے سال گزشتہ کی خالص آمدنی دو کروڑ بیالیس لاکھ تھی اس طرح اس سال خالص آمدنی میں (۴۹) لاکھ کے اضافے کا اندازہ کیا گیا ہے.

تنظیم مابعد جنگ کی جو اسکیمات محکمہ ریلوے کے زیر غور ہیں. ریلوے لائنوں میں دلچسپی کا اندازہ سرکاری حمل و نقل کے نظام میں دو گنی وسعت ہے. یہاں تک سڑکوں میں خاطر خواہ سہولتوں کی فراہمی ریلوے کے عملہ طبقہ کی فلاح و بہبود کی تجاویز بھی شامل ہیں تازہ موازنہ میں تین موٹروں کی جدید ریلوے لائن کے بچھانے کے کام کو شامل کر لیا گیا ہے. نئے انجنوں کا آرڈر دیا جا چکا ہے جن میں جدید وضع کے انجن کی ایک سو تیس (۱۳۰) بھی شامل ہیں اور ان میں تیس بس دو منزلہ ہوں گے جو صرف شہر حیدرآباد کے لئے مختص رہیں گی اور توقع ہے کہ یہ دو منزلہ بسیں ایک سال کے اندر حیدرآباد پہنچ جائیں گی.

ارباب صحافت نے آنریبل صدر المہام بہادر کو ریلوے کے کرایوں میں کمی کی جانب متوجہ کیا جس پر جواب ملا کہ ارباب ریلوے اس مسئلہ پر قائل نہیں ہیں. اگرچہ ابھی اس خصوص میں کسی کمی کا اعلان نہیں ہوا مگر عنقریب اس جانب توجہ کی جائے گی. آنریبل نواب لیاقت جنگ بہادر نے یہ بھی بتلایا کہ محکمہ ریلوے کا کٹوتی فنڈ اور فرسودگی کا فنڈ کافی مستحکم ہے اور پچاس لاکھ سے زائد رقم موجود ہے جس سے پرانے اسباب آلات وغیرہ جات کی بجائے نئے اور جدید مشنری خریدی جائیں گی. نئے اسٹیشنوں کی بھی تعمیر ہو گی جس سے محکمہ ریلوے کی بہت کچھ اصلاح مزید ہو جائے گی. ریلوے لائن کی خریدی کا مسئلہ بھی حکومت کے زیر غور ہے اور اس خصوص میں مراسلت جاری ہے ہماری محکمہ ریلوے مستقبل قریب میں اہل حیدرآباد کو ہوائی استفادہ کے مواقع فراہم کرنے کی تجویز پر بھی غور کر رہی ہے. چنانچہ مدراس براہ حیدرآباد " مدراس " بمبئی براہ حیدرآباد ہوائی سروس کا مسئلہ بھی زیر غور ہے.

ارباب صحافت کو یہ بھی بتلایا گیا کہ نظام اسٹیٹ ریلوے کے انتظامی اخراجات برطانوی ہند کے ریلوے نظاموں سے تقریباً پانچ فیصد کم ہیں اور ہر صورت ہمارے نظام کی کارکردگی بمقابلہ بہتر ہے. تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے مباحث و گفتگو کے بعد ساڑھے گیارہ بجے یہ کانفرنس صدر المہام بہادر فینانس کے شکریہ پر ختم ہوئی.

لارڈ ویول کیوں ناکام ہو

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

کر لینا چاہئے. عالمی جمہوریت کی کامیابی سے برطانیہ اور ہندوستان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی اس صورت حال سے نپٹنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ صوبہ واری مجالس مقننہ اور مرکزی اسمبلی کے انتخابات عمل میں لائے جائیں اور حق رائے دہی کو عام کر دیا جائے. لارڈ ویول کو انگلستان جا کر جدید وزیر اعظم کو مشورہ دینا چاہئے کہ قانون حکومت ہند میں ترمیم کر کے حق رائے دہی بالغان کو نافذ کیا جائے موجودہ حق رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات سے زیادہ فائدہ نہ ہوگا. نئے انتخابات سے ہندوستان کی صورت حال میں تبدیلی ہوگی اور یہ تبدیلی دستوری مسئلہ کے حل کے لئے شرط مقدم ہے. لارڈ ویول ایک آزمودہ سپاہی ہیں. وہ حالات سے مقابلہ کر کے اور اپنے استقلال سے شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں.

ایٹم بم

طاقت کا نیا خزانہ

احمد حسین

ایٹم مادہ کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے کو کہتے ہیں کہ جب کوئی کیمیاوی عمل ہوتا ہے مثلاً دو قسم کی گیسوں ہائیڈروجن اور آکسیجن سے ملکر پانی بنتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن بس یونہی آدھا آدھا حصہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہوں بلکہ دو گیسیں ٹوٹ ٹوٹ کر ایٹم میں بٹتی جاتی ہیں اور ہائیڈروجن کے دو دو ایٹم آکسیجن کے ایک ایک ایٹم سے ملتے جاتے اور پانی کا ایک ایک ذرہ بناتے جاتے ہیں۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ اس ایٹم کو اگر کوئی اور چھوٹے حصہ میں توڑنا چاہے تو کبھی نہیں توڑ سکتا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نہیں ایٹم بھی توڑا جا سکتا ہے کیونکہ وہ کوئی مسلسل ٹھوس ہوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ اس میں بھی کئی اجزا ہوتے ہیں۔ ان میں ایک تو مرکزی جزو ہوتا ہے جو بھاری ہوتا ہے اور بعض ہلکے ہلکے اجزا مرکزی جزو کے چاروں طرف تیزی سے بہت تیزی سے چل کر لگاتے، جیسے کہ جیسے زمین اور دوسرے ستارے سورج کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ہر ایٹم میں بڑی زبردست طاقت چھپی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر طاقت نہ ہوتی تو اُس کے یہ اجزا اتنی بے پناہ رفتار سے گردش کیسے کرتے۔ گویا ایک ڈھیلا جو کسی سڑک پر برسوں سے پڑا ہے بظاہر اتنی بھی طاقت نہیں رکھتا کہ ایک جگہ سے ہل کر دوسری جگہ پہنچ جائے لیکن اس کے ہر ایٹم میں طاقت کا ایک طوفان چھپا ہوا ہے اس کو پیس کر بالکل پاؤڈر بنا دیا جائے پھر بھی اس کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں ہزاروں ایٹم ہوں اور ہر ایٹم میں پہاڑوں کو دہلا دینے والی طاقت چھپی ہوئی۔ یہ طاقت اگر کسی طرح کام میں لائی جا سکے تو اس کا نتیجہ آپ جانئے کتنا زبردست ہوگا! ایسی ہی جو آپ کے سامنے آیا ایٹم بم!

لیکن پھر بھی عام طور سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اتنی چھوٹی سی چیز جو خوردبین میں بھی مشکل سے نظر آتی ہے اپنے اندر طاقت کا اتنا زبردست سمندر کیسے رکھ سکتی ہے تو اس سلسلے میں پہلے اشارہ ہے کہ ایٹم بم جو ہیروشیما اور ناگاساکی شہروں پر استعمال کئے گئے۔ ان میں ایک دو نہیں بلکہ بہت سے ایٹموں کی اندرونی طاقت کام میں لائی گئی اور ظاہر ہے کہ جب ایک ایٹم میں بے پناہ طاقت ہے تو پھر بہت سے ایٹموں کی طاقت تو اس سے بھی کئی گنی بڑھ جائے گی۔ آپ کہیں گے اچھا صاحب مان لیجئے کہ ایک ایٹم کی اندرونی طاقت ایٹم بم کی طاقت سے کئی گنی کم ہوتی ہے، لیکن پھر بھی یہ بات تو ذہن میں نہیں آتی کہ اتنی چھوٹی سی چیز میں اتنی بے پناہ طاقت جمع ہو جائے۔

لیکن ذرا غور سے سمجھئے تو یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے اگر ایک مضبوط ڈیسک پر سے ایک پتھر کا ٹکڑا اگر جائے تو شاید وہ نہ ٹوٹے۔ میز اگر لوہے کی بنی ہے تو شاید وہ بھاری پتھر اور بھی بہت سے اگر پھینکیں تو نہیں توڑ سکتا۔ لیکن بندوق کی ایک بہت چھوٹی سی گولی جس کی بھاری پتھر کے مقابل کوئی بساط نہیں لکڑی کیا لوہے کی میز کو بھی چھید کر نکل جائے گی کیوں؟ اس لئے کہ اس کی رفتار بہت زیادہ تیز ہے تو گویا کسی چیز کی رفتار جتنی زیادہ تیز ہوگی اتنی ہی اس میں طاقت ہوگی۔ چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو اور یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ ایٹم کے بعض ذرے بے انتہا تیز رفتاری سے مرکزی ذرے کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں اب شاید یہ سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی کہ اتنی چھوٹی سی چیز میں زبردست طاقت ہو سکتی ہے۔

یہ تو ہوئے چند موٹے موٹے اصول ایٹم کی اندرونی طاقت کے متعلق۔ لیکن اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اس طاقت کو استعمال کیسے کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں یہ پتہ چلا کہ مادے کے بعض ایسے اجزا بھی ہیں جن سے یہ طاقت رفتہ رفتہ خود بخود نکلتی رہتی ہے۔ یہ طاقت کسی کیمیاوی عمل کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ ایٹم سے خود بخود نکلتی ہے اور کیمیاوی عمل سے جتنی طاقت پیدا ہوتی ہے اس کے مقابل یہ خود بخود نکلنے والی طاقت کئی لاکھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اور لہروں کی شکل میں برآمد ہوتی ہے۔ ایک قسم مادہ کے چالیس اجزا معلوم ہوئے ہیں جن سے یہ طاقت دہ لہریں خود بخود نکلا کرتی ہیں۔ انہیں خود بخود لہروں کے ساتھ ایٹم کا ایک خاص ذریعہ "نیوٹرون" بھی چھوٹی گولیوں کی شکل میں زبردست طاقت کے ساتھ نکلتا ہے یہ گولیاں اگر کسی ایٹم سے بھی ٹکرا جائیں تو اسے توڑ دیتی ہیں اور اس ایٹم کی طاقت برآمد ہونے لگتی ہے۔ لیکن اس طرح ایٹم کی پوری پوری طاقت برآمد نہیں ہوتی۔ یعنی ایٹم پورا پورا نہیں ٹوٹتا۔ اس طرح کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ اگر ایٹم کو توڑنا اور اس کے اندر چھپی ہوئی طاقت کو نکالنا ہے تو اس پر نیوٹرون سے بمباری کی جائے اور یہ نیوٹرون ان چالیس اجزا سے خود بخود نکلتے رہتے ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔

۱۹۳۹ء تک یہ بھی پتہ چلا کہ اگر یورانیم نامی دھات کے ایٹم سے نیوٹرون کے ذریعوں کو ٹکرایا جائے تو یہی نہیں کہ پورا ایٹم ٹوٹ جاتا ہے بلکہ وہ تقریباً دو برابر حصوں میں ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسرے ایٹم تو جزوی طور سے ٹوٹتے ہیں لیکن یورانیم کا ایٹم ٹوٹ کر دو ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس طرح ٹوٹنے میں جو طاقت پیدا ہوگی وہ دوسرے ایٹموں کے رفتہ رفتہ ٹوٹنے سے کہیں زیادہ ہوگی چنانچہ موجودہ ایٹم بم میں بھی یورانیم استعمال کیا جاتا ہے یورانیم دنیا میں بہت کم یاب ہے۔

ایٹم بم کی ایجاد پچاس برس کی مسلسل تحقیق اور جستجو کا نتیجہ ہے اس ایک ایجاد پر کتنی محنت صرف ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۳۰ جون ۱۹۴۵ء تک امریکہ اس پر ۸ ارب روپیہ کے قریب صرف کر چکا ہے اور اس کے لئے جو کارخانے بنائے گئے ہیں ان میں سوا لاکھ سے زیادہ آدمی کام کرتے ہیں۔ امریکہ کی ریاست ٹینسی میں اس کا ایک کارخانہ پچاس ہزار ایکڑ میں اور ہیلن فورڈ میں دوسرا کارخانہ ۴ لاکھ ۵۰ ہزار ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔

اس بم کی زبردست طاقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جاپان پر اسے استعمال کرنے سے پہلے ۱۶ جولائی کو ایک ریگستان میں اس کا تجربہ کیا گیا تو بم پھٹنے پر اتنا زبردست دھماکا ہوا کہ ڈھائی سو میل کے فاصلے تک مکانوں کی کھڑکیاں جھنجھنا اٹھیں۔ ۱۲۰ میل کے فاصلے پر ایک اندھی لڑکی کی آنکھوں میں روشنی سے چکا چوند پیدا ہوگئی لوہے کا مضبوط مینار جس پر سے یہ بم گرایا گیا تھا بالکل ہوا ہو گیا اور مینار کی جگہ زمین میں ایک بہت بڑا غار نمودار ہو گیا اور ایک بہت گہرا رنگ برنگا بادل ہوا میں بلند ہوتا ۵ منٹ میں میلوں اوپر پہنچ گیا۔

مدیر "پیام" کا مکتوب مدیر "مملکت" کے نام

بخدمت جناب مدیر صاحب اخبار "مملکت"

آپ کے "سیاسی تنگ پاروں" میں کچھ شخصی حملوں کا چٹخارہ کتنا ہی زیادہ ہو لیکن میں کبھی اس کو وجہ شکایت نہیں بناتا۔ اگر آپ کو ان شخصی حملوں سے کوئی تسکین قلب حاصل ہوتی ہے تو میرے لئے بھی وہ عین راحت ہے۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر!

لیکن جب آپ کسی عوامی مسئلہ میں تنگ پاروں کا رنگ اس طرح ملاتے ہیں کہ مسئلہ کی حقیقی نوعیت مسخ ہو جائے تو آپ کو ایک ذمہ دار مدیر کی حیثیت سے میرا فرض ہوتا ہے کہ اپنی گزارش آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

مسئلہ صرف یہ ہے کہ زائد محصول منافع کی جو رقم غربا کے فوری مصائب کو رفع کرنے کے لئے محفوظ کی گئی تھی اس کا کسی ایسے کام میں صرف کرنا جس سے غربا کو فوری فائدہ حاصل نہ ہو جائز ہے یا نہیں۔ حکومت نے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور غربا کے مصائب کم کرنے کے لئے جو رقم محفوظ تھی اس کو اپنے وعدے کے خلاف صرف کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ واقعہ ناقابل انکار ہے کہ ایسا وعدہ کیا گیا تھا البتہ اس امر میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے کہ آیا کارپوریشن کے گودام اس وعدے کے دائرہ میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ آپ کے اختلاف رائے کا میں احترام کرتا اگر اس حد تک آپ یا آپ کے نامہ نگار نے کوئی سنجیدہ بحث کی ہوتی۔ لیکن حکومت کی اس وعدہ خلافی کے خلاف "پیام" کے احتجاج کو ساہوکاروں کی تائید بتانا ایک ایسا غلط بحث ہے جس میں "پیام" کے مسلک کو بدنام کرنے کی ایک نازیبا کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ساہوکاروں کے مفادات کی بھی جہاں تک وہ ملک کے اجتماعی مفادات میں شامل ہیں "پیام" تائید کرتا ہے لیکن جہاں وہ عوام اور غربا کے مفادات سے ٹکراتے ہیں وہاں "پیام" ساہوکاروں اور کسی قسم کے سرمایہ داروں کی حمایت نہیں کر سکتا۔ نہ اس نے کبھی کی ہے۔ افسوس کہ آپ نے اور آپ کے نامہ نگار نے اپنے تنگ پاروں میں اس قدر زیادہ نمک ملا دیا جس سے ہر سمجھدار آدمی کے منہ کا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ تیس لاکھ روپیہ جس کے غلط مصرف کی شکایت "پیام" نے کی ہے اگر ننگے بھوکے غربا کو زیادہ غذا اور کپڑا مہیا کرنے میں صرف کیا جاتا تو اس سے ساہوکاروں کے مفاد کی تائید ہوتی!

استدعا کرتا ہوں کہ ان سطور کو اپنے اخبار کی آئندہ اشاعت میں درج فرما دیں۔

نیاز مند
محمد عبد الغفار
مدیر "پیام"

ہماری رائے میں اس تیس لاکھ کی رقم کا اس سے بہتر مصرف نہیں ہو سکتا تھا کہ چھوٹے کاشتکاروں کو ان کی پیداوار کی نکاسی میں مدد دینے کے لئے ایسے گودام بنائے جائیں جن کی بدولت وہ ہمیشہ کے لئے ساہوکاروں اور نفع اندوزوں کے آہنی پنجہ سے نجات حاصل کر سکیں۔ چھوٹا کاشتکار اپنی پیداوار کی نکاسی اپنی مرضی کے مطابق اور اچھے داموں پر صرف اس لئے نہیں کر سکتا کہ اس کی پیداوار کی حفاظت کا کوئی ذریعہ اس کو حاصل نہیں ہے۔ جب ہر تعلقہ میں کاشتکاروں کی انجمنیں امداد باہمی کے اصول پر قائم ہو جائیں گی تو یہ ادارے اپنے ارکان (کاشتکار) کی پیداوار کی نکاسی اچھے داموں پر کر سکیں گے۔ ان انجمنوں کو پورے تعلقہ کی پیداوار کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے گودام درکار ہیں۔ ایسے گودام وہ خود تعمیر نہیں کرا سکتے۔ اس لئے حکومت نے ان کی مدد کے لئے تیس لاکھ کی رقم محصول زائد منافع سے دے کر چھوٹے کاشتکاروں پر ایک دائمی احسان کیا ہے۔ جب حکومت کی یہ اسکیم نافذ ہو جائے گی تو چھوٹا کاشتکار ساہوکاروں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ساہوکار اس اسکیم کے مخالف ہیں اور بعض اخبارات کے ذریعہ شور مچا رہے ہیں۔ مرزا مقصود احمد خاں صاحب اس طبقے کے ترجمان اور وکیل کی حیثیت سے کارپوریشن اور گودام ٹرسٹ کے خلاف کافی ہنگامہ برپا کر رہے ہیں اور ان کا ایک ترجمان اخبار "پیام" ہے۔ قاضی صاحب کو مجلس مقننہ میں بتا دیا گیا تھا کہ تیس لاکھ کی رقم کارپوریشن کو نہیں دی گئی بلکہ گودام ٹرسٹ کو دی گئی۔ انہیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ خود کارپوریشن نے اس تخمینہ میں بیس لاکھ کی رقم رکھی ہے۔ ان حقائق کے باوجود قاضی صاحب یہی فرماتے جا رہے ہیں کہ تیس لاکھ کی رقم کارپوریشن کو دی گئی جو ایک صریح غلط بیانی ہے۔ ہم نے "پیام" کو ہمیشہ ترقی پسند عناصر کا ترجمان باور کرنے کی کوشش کی لیکن جب سے وہ مولوی مقصود احمد خاں صاحب کے زیر اثر آ گیا ہے وہ سرمایہ داروں کا ترجمان بن گیا ہے، اگرچہ وہ غریبوں کی ہمدردی کا راگ الاپتا رہتا ہے۔ کیا بہ حیثیت رکن مجلس مقننہ اور کیا بہ حیثیت مدیر "پیام" قاضی صاحب کی روش افسوسناک ہے۔ ہم نے اس ضمن میں قاضی صاحب یا "پیام" کے خلاف جو کچھ لکھا اس کا مقصد بھولے ناظرین کو متنبہ کرنا تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہماری کوشش کامیاب رہی اور قاضی صاحب نیز مرزا مقصود احمد خاں صاحب کے شور و پکار کی اصل حقیقت سے ملک کے سنجیدہ طبقے واقف ہو چکے ہیں۔

"مملکت"

سوباش بابو کی فوج کے متعلق
حکومت ہند کا اعلامیہ

نئی دہلی ۔ ۷ اگست ۔ حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ ان ہندوستانی سپاہیوں اور عہدہ داروں کے ساتھ رحم آمیز اور فیاضانہ برتاؤ کیا جائے جو دشمن کے پروپگنڈے سے متاثر ہو گئے اور اس طرح گمراہ ہو کر دشمن کی قائم کی ہوئی فوج میں شامل ہو گئے۔

نئی دہلی میں ایک اعلامیہ شائع ہوا ہے جس میں حکومت کے اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت قانون کو اپنا کام کرنے دے گی اور کورٹ مارشل کے ذریعہ ان لوگوں کے خلاف تحقیقات کی جائے گی جو سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ دشمن کی فوج میں جا ملنا اور اپنے سابقہ رفقاء کے خلاف لڑنا سپاہیوں کے لئے نہایت سنگین جرم ہے اور دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے قوانین میں اس جرم کی سزا موت مقرر ہے جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہو کر پھر گرفتار ہوئے ہوں وہ اپنے آپ کو اسیران جنگ نہیں کہہ سکتے۔ حکومت ہند ان حالات کا مزید لحاظ کرے گی۔ جو دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کے بعد ان سپاہیوں اور عہدہ داروں کو پیش آئے۔

اس اعلامیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس دن سے یہ سپاہی اسیران جنگ بن گئے ...... دنیا کے حقیقی حالات سوائے جاپانیوں یا جرمنوں کے غلط نشری پروپگنڈے کے وہ سن ہی نہ سکے ان میں سے بعض کو گمراہ کیا گیا۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اسیران جنگ بن کر دشمن کی طرف سے بہتر برتاؤ کی توقع میں اور صرف اپنے معیار زندگی کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے دشمن سے مل گئے ہوں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سپاہی گمراہ ہو گئے اور انہیں کی اکثریت ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ ان سپاہیوں میں سے کسی کو بھی سپاہیوں کے قانون کی خلاف ورزی اور اپنے رفقاء کے ساتھ غداری کی وجہ ہندوستانی فوج میں پھر سے نہیں دیا جائے گا۔ ایسے سپاہیوں کو ملازمت سے علحدہ کر دیا جائے گا۔ انہیں تنخواہ کے ساتھ سیاسی رخصت دی جائے گی ان کے قبضہ دشمن میں رہنے کے زمانہ میں جو الاونس ان کے خاندانوں کو دیا گیا ہے واپس نہیں لیا جائے گا۔

لیکن بعض دوسری قسم کے سپاہیوں کے ساتھ اس طرح کا رحم آمیز برتاؤ نہیں ہوگا۔ ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنے رفقوں کو ہلاک کیا اور ہندوستانی سپاہیوں کی اذیت اور گرفتاری کے باعث ہوئے اگر ان کے خلاف واقعات ثابت ہو جائیں تو یہ رحمدلی کے برتاؤ کے مستحق نہ ہوں گے بعض ایسے قائدین ہیں جنہوں نے جان بوجھ کر جاپانیوں یا جرمنی کی حمایت کی۔ ان لوگوں سے متعلق سوائے اس کے کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ایک فوجی عدالت کے ذریعہ ان کے خلاف تحقیقات کی جائے۔ انہیں اپنے وکیلوں کے انتخاب کا حق حاصل رہے گا اور تحقیقات بند عدالت میں نہیں کی جائے گی۔ (ا۔پ)

اعلان

دفتر مہتمم ویکسن ڈپو سرکار عالی واقع نارائن گوڑہ کو برائے سال ۵۵ ف حسب ذیل چیزوں کے لئے مہر بند ٹنڈر از آبان ۵۵ ف تک مطلوب ہیں کوئی ٹنڈر بلا اننڈ ڈپازٹ اور تاریخ مقررہ کے بعد نہیں لیا جائیگا قواعد ٹنڈر دفتر ہذا میں (۱۰ تا ۳) ساعت تک ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ خریدی کی بچھڑیاں ازگت دار کے لئے ڈپازٹ (۲۰۰) فی ٹنڈر

۲۔ فروخت بچھڑیاں اور دفتر ہذا کیلئے ڈپازٹ (۱۰۰) فی ٹنڈر

۳۔ خریدی کی چنا، جوار، چونی، بھوسہ ازگت دار ڈپازٹ (۱۰۰)

۴۔ خریدی کی گھانس (۲۵)

مہتمم ویکسن ڈپو سرکار عالی

لارڈ ویول کی انگلستان کو روانگی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

پر ساتھی پالیسی کا ایک عام خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔ لندن میں لارڈ ویول کے قیام کے دوران میں اس پالیسی کے بعض پہلوؤں پر غور کیا جائے گا۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور صوبہ واری کانگریس کمیٹیوں پر سے بندش اٹھائے جانے کے بعد سے انتخابات کی لڑائی کی تیاری شروع ہو گئی ہے۔ صرف صوبہ سرحد میں کانگریسی تنظیمات پر کوئی بندش نہیں تھی۔ گزشتہ چند روز کے دوران میں دیگر صوبوں پر سے بندشیں اٹھائی گئیں۔ جن صوبوں میں دفعہ (۹۳) نافذ ہے وہاں دستور کو بحال کرنے کا تعلق صوبہ واری حکومتوں سے ہے گو قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء کے تحت گورنر جنرل کو دفعہ (۹۳) والے صوبوں کی حد تک کامل اختیارات حاصل ہیں۔ مرکزی حکومت کی ہدایت کے تحت جو لوگ نظر بند ہیں وہ فارورڈ بلاک کے چند ارکان ہیں۔ انہیں دفعہ (۲۶) الف قانون ہند بابت ۱۹۳۹ء کے تحت نظر بند کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جاپان کے ہتھیار ڈالنے کی کارروائی تکمیل پانے کے بعد ان کے مقدمات پر نظر ثانی کی جائے۔

ترکی کا مستقبل

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

بڑھ گئی۔ فوجی اخراجات میں بے حد اضافہ ہو گیا خاص کر اس وجہ سے کہ برطانیہ اور امریکہ نے سامان جنگ کی فراہمی سے متعلق اپنے وعدے پورے نہیں کئے۔ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ ترکی کے حالات ناقابل برداشت ہو گئے ہیں۔

میں اپنی رائے نہیں بدل سکتا کہ ترکی نے غیر جانبدار رہ کر متحدہ کی اتنی خدمت کی ہے کہ اگر وہ اقوام متحدہ کی جانب سے جنگ میں شریک ہوتا بھی تو نہ کر سکتا۔ اس حالت میں جبکہ ترکی تیار نہیں تھا جرمنی کی فوجوں کے لئے اناطولیہ سے گزر کر شام میں داخل ہونا کچھ دشوار نہیں تھا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مارشل رومل مصر میں مرسا مطروح تک پہنچ چکا تھا۔ ترکی نے خلیج بارک سے بحر احمر تک رسد کے راستہ کو (بحری بری اور ہوائی) محفوظ رکھا۔ اگر اناطولیہ میں جرمن فوجیں گھس جاتیں تو یورپ کی جنگ اس طرح ختم نہ ہوتی جس طرح کہ ختم ہوئی۔ میرے خیال میں اگر ترکی کو اس نوبت پر جنگ میں شریک ہونے پر مجبور کیا جاتا تو یہ ایک بڑی غلطی ہوتی۔ ایک غیر جانبدار کی حیثیت اس کی خدمات بہت بیش بہا ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اکابر ممالک اپنے اس دوست کے ساتھ (جس نے ضرورت کے وقت رفاقت کی) کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر ترکی ذرا بھی کمزوری دکھاتا تو فوجی صورت حال متحدین کے لئے نازک اور خطرناک ہو جاتی۔

احمدیہ پریس چار مینار حیدرآباد دکن میں طبع ہو کر دفتر ... سے شائع ہوا۔